اداریہ 8

عہد حاضر اور ہم

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آ بگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آ فتاب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقیر جنید و بایزید تیرا جمال، ہے بے نقاب
تیرہ و تار ہے جہاں گردش آ فتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوہ بے حجاب سے

انسانی دل و دماغ کی تعمیر اور اس کی ذہنی قوتوں کی نشو وارتقاء کا واحد ذریعہ تعلیم و تربیت ہے، پند ونصیحت، وعظ وتلقین اور تذکیر وموعظت بلاشبہ نافع اور ضروری ہیں۔ لیکن اُن سے ذہن نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ چیزیں بنے بنائے ذہن میں صرف روحانی انبساط، شگفتگی اور وسعت پیدا کرسکتی ہیں۔ اس لیے کسی قوم کا ذہن بنانے اور دل و دماغ کو کسی خاص سانچے میں ڈھالنے کے لیے صرف تعلیم ہی ایک موثر اور پائیدار ذریعہ ثابت ہوئی ہے، جس نے تاریخی طور پر ہمیشہ ہی ذہن سازی کا اثر دکھلایا ہے۔

مسئلہ تعلیم کی اہمیت اور اوّلیت کا اندازہ صرف اسی ایک بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے خلافت کا مسئلہ اٹھا کر تخلیق آدم کے بعد سب سے پہلے جس مسئلہ کی طرف توجہ منعطف فرمائی وہ مسئلہ تعلیم تھا، اور وہ بھی اس شان سے کہ آدم علیہ کو سکھانے پڑھانے کا ذمہ بلا واسطہ خود ہی لیا۔ خود ہی انہیں تعلیم دی۔ اور پھر خود ہی انہیں امتحانی مقابلہ میں کامیاب ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ جس سے خلافت اور تنظیم عالم کا مسئلہ خود بخود حل ہوگیا۔

پھر انسانوں سے دنیا آباد ہو جانے پر تمام انسانی حلقوں میں، ہر ملت میں اور ہر قوم میں انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے اور کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار مقدسین کا یہ قافلہ دنیا کے

اِس سرے سے اُس سرے تک گھمایا گیا۔

یہ نفوسِ قدسیہ ہر خطہ زمین اور ہر ملت انسانی میں آفتاب و ماہتاب بن کر نمایاں ہوئے اور کسی خطہ زمین کو اپنے نور کی بارش سے محروم نہیں فرمایا۔ تبصریح حافظ ابن کثیر عراق میں حضرت ابراہیم، حجاز میں حضرت ہود و صالح، شام میں عیسٰی و یحیٰؑ، مصر میں حضرت موسیٰ و یوسف، مغربی دمشق میں حضرت صادق وصدوق دشلوم، آذربائیجان میں حضرت حنظلہ ابن صفوان، موصل ونینویٰ میں حضرت یونس، اُردن میں حضرت شمویل، سباویمن کے لیے حضرت سلیمان، ہند میں حضرت آدم وشیث، سدوم وغیرہ کے علاقوں میں حضرت لوط اور آخر میں پورے عالم کے لیے حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین آئے۔ علمی کمالات اور عمل و اخلاق کی پاکیزہ سیرتوں کے ساتھ آئے اور ہر نوع کے اخلاقی، طبیعی، ریاضی، عقلی اور الہیاتی علوم سے دنیا کو نوازتے ہوئے آئے۔ جنہوں نے بنی نوع انسان کی فطری صلاحیتوں کو ابھار کر انہیں سعادت و خلافت کے بلند مقامات تک پہنچایا۔ جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس اندھیری دنیا کا اجالا صرف مسئلہ تعلیم ہی سے وابستہ ہے۔ اسی اہمیت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے آپ ﷺ نے علماء و اساتذہ کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

العلماء ورثۃ الانبیاء۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں

علماء کی پہلی جماعت درس گاہ نبوی ﷺ سے تیار ہوئی جنہیں اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان میں مقامی و بیرونی دونوں طلباء حصول علم کے لئے شریک ہوتے تھے حضرت انسؓ کے بقول یہ تعداد ۶۰ ہوتی تھی حضرت ابو ہریرہؓ کے بقول ستر تھی بسا اوقات یہ تعداد دو سو اور چار سو تک پہنچ جاتی تھی اس درس گاہ میں ہر قومیت ہر صنف ہر عمر اور ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے تھے، لیکن جن طلباء نے اپنے کو حصول علم کے لئے وقف کر دیا تھا انہیں اصحاب صفہ کہا جاتا تھا یہ لوگ ہر موسم میں ایک کپڑے پر گذارا کرتے جو مل جاتا کھا لیتے تھے کہا جاتا ہے یہ کپڑا چادر اون (صوف) کی ہوتی تھی اس لئے ان صحابہ کو اصحاب صفہ کہا گیا، مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے گھر کے برابر میں ایک چبوترہ پر مستقل قیام رہتا تھا (یہ چبوترہ مجلہ کے

ٹائٹل میں نمایاں ہے) اس درس گاہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا نظام بھی تھا یہی وہ نظام ہے جو اسلامی نظامِ تعلیم کی خصوصیت رہی ہے اور ہمارے علم وفکر کا محور ومرکز ہے ہم نے اسی مناسبت سے اس مجلّہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت کو بھی شامل لیا ہے اور تعلیم کے ساتھ تحقیق کو بھی اس لئے کہ قرآن نے بے شمار مقامات پر اپنے قاری کو تحقیق وجستجو کا حکم دیا ہے۔

کسی بھی ملک کا نصاب اس قوم کے مستقبل کا معمار ہوتا ہے اور جو نصاب مذہبی تہذیبی وتحقیقی روایات کا حامل ہو وہی فطری نصاب ہوتا ہے (جو مسلط کیا جائے وہ نصاب کے سوا سب کچھ ہوسکتا ہے)، اساتذہ کرام جو طلباء کی علمی وفکری تربیت کے ذمہ دار ہیں ضرورت ہے وہ بھی مطالعہ وتحقیق کے ذریعہ اپنے علم وفکر کی تجدید اور اس میں رسوخ پیدا کریں، بقول اقبال:

وہی جہاں ہے تیرا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ وخشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

اسی نکتہ کے پیش نظر جب انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی کی باگ ڈور اساتذہ کرام نے ہمارے حوالہ کی تو ہم نے پہلا پروگرام ''فکری تربیت'' کا دوسرا سیمینار بعنوان

''اصول تحقیق تصنیف، تالیف، کالم نگاری، اہداف وطریقہ کار''

منعقد کیا (بتاریخ ۵رجنوری ۲۰۰۵ء بمقام جناح گورنمنٹ کالج) سیمینار میں پیش کئے جانے والے منتخب مقالات اس مجلّہ میں پیش خدمت ہیں تاکہ جو اساتذہ پروگرام میں شریک نہیں ہوسکے وہ اس مجلّہ سے استفادہ کرلیں فن تحقیق سے وابستہ مسلمانوں کی شاندار روایات کو دوبارہ زندہ کرنے اور فروغ دینے کے لئے تعلیم وتحقیق کے حوالے سے یہ خصوصی شمارہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، اسی تناظر میں دینی مدارس اور ان کی خدمات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے، اس کے علاوہ فن تحقیق پر ایک اہم ترین کتاب

"کیف تکتب بحثا اور سالة دراسة منهجية"

ڈاکٹر احمد شلبی الازہری کا اردو ترجمہ کردیا گیا ہے جو اب زیر طبع ہے (اس کتاب کے ۳۰ سے زائد عربی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں)

مذہبی تحقیق کو فروغ دینے کے لئے ۴ر مئی ۲۰۰۵ء کو انجمن کے سالانہ پروگرام کے موقع پر صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا (بمقام جناح یونیورسٹی برائے خواتین) جس میں پورے سندھ سے علماء، ڈاکٹرز، پروفیسر اور ریسرچ اسکالرز نے اردو، عربی، انگریزی اور سندھی میں ۳۹ تحقیقی مقالات پیش کئے (تفصیلی رپورٹ رسالہ میں موجود ہے)۰۶-۲۰۰۵ء کے انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کے سالانہ انتخابات میں اساتذہ کرام نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھاری اکثریت سے منتخب کیا (جس پر ہم سب تہہ دل سے ممنون ہیں) تو ہماری ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوگیا ہے یہی وجہ ہے حلف برداری کے فوراً بعد میں نے ساتھیوں کے مشورہ سے پروفیسر اساتذہ پر مشتمل ۱۳ر کمیٹیاں قائم کی ہیں جس میں سے سات کا تعلق تعلیم و تحقیق سے ہے، اور علمی و مذہبی تحقیق کے فروغ کے لئے مزید سیمینارز ورکشاپس اور صوبائی وقومی کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا ہے۔

۳۰ر اگست ۲۰۰۵ء کو ۰۶-۲۰۰۵ء کے کامیاب عہدیداران کی حلف برداری کی تقریب کی مناسبت سے سرسید گورنمنٹ گرلز کالج میں ایک تربیتی نشست کا اہتمام کیا گیا، اس تقریب کے مہمان خصوصی پروفیسر اے کے شمس صاحب تھے (سابق ممبر قومی اسمبلی اورنگی ٹاؤن) اس تقریب کی صدارت پروفیسر سعید احمد صدیقی صاحب (ممبر سینٹ آف پاکستان) نے کی اور عہدیداران سے حلف لیا، تربیتی نشست کا عنوان تھا۔

"آزادی کی قدر و قیمت اور اساتذہ کے فرائض"

(تفصیلی رپورٹ مجلّہ میں موجود ہے) اس موقع پر صدر جلسہ نے متعدد اہم امور کی جانب توجہ مبذول کرائی جس کی روشنی میں انجمن کے عہدیداران کے مشورہ سے درج ذیل چند مطالبات حکومت کو پیش کئے جارہے ہیں۔

☆ ایجوکیشن میں تدریس سے وابستہ اساتذہ کرام کے ریٹائرمنٹ کی عمر ۶۰ کی جگہ ستر سال کی جائے تاکہ وہ بہتر مطالعہ وتجربہ سے قوم کو زیادہ فائدہ پہنچا سکیں۔

☆ اساتذہ کرام کے لئے ملک سے باہر جانے، حج، عمرہ، سیمینارز و کانفرنس میں شرکت

کے لئے N.O.C کی شرط ختم کی جائے ادارہ کے سربراہ کو صرف اطلاع دینا کافی سمجھا جائے، تاکہ اساتذہ بروقت ان پروگراموں میں شرکت کرسکیں، مطالعہ وفکری وسعت کے ساتھ بین الملی والمللی افکار وروابط مستحکم ہوسکیں۔

☆ اہم ملکی، معاشی، معاشرتی، تمدنی، تعلیمی وملکی مسائل پر لکھنے کے لئے اساتذہ کے لئے N.O.C کی شرط ختم کی جائے تاکہ اساتذہ طلباء کے ساتھ معاشرہ کی فکری وعملی رہنمائی کرسکیں اور فکری جمود کا خاتمہ ہو۔

ہم آج جس دور سے گذر رہے ہیں یہ گلوبلائزیشن، اور نیو ورلڈ آرڈر کا ہے (امریکہ جس کے نفاذ کا خواہاں ہے) تہذیبی تصادم کی خوش نما اصطلاح کی آڑ میں مذہبی تصادم کو فروغ دینا چاہتے ہیں گوکہ تمام تر کوششوں کے باوجود مطلوبہ صورت حال دنیا پر طاری کرنے میں ناکام رہے ہیں (حالانکہ ۱۱/ ۹ /۲۰۰۱ء کو آج چار سال مکمل ہوچکے ہیں) فرق صرف اتنا ہے پہلے جو کچھ چھپ کر کیا جاتا تھا اب کھل کر کیا جارہا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں اس گلوبلائزیشن کے دور میں دنیا سمٹ رہی ہے ایک فون، موبائل اور کمپیوٹر پر دنیا کے ہر کونہ میں رابطہ ممکن ہے یہ تہذیبی تصادم نہیں بلکہ اختلاط کا دور ہے البتہ عالمی قوتیں اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے خوش نما اصطلاحات اور میڈیا کی مضبوط قوت کا سہارا لے رہی ہیں، اس نئی تہذیبی ارتقاء کی باگ ڈور وقیادت عالم اسباب میں کس کے ہاتھ میں ہوگی؟ اس کا جواب اس وقت واضح ہوگا جب دنیا کے وسائل کو کنٹرول کرنے کے حوالہ سے کشمکش کا خاتمہ ہوگا؟ اور یہ کش مکش اس وقت ختم ہوگی جبکہ عسکری طور سے دیگر عالمی قوتیں میدان عمل میں آجائیں گیں۔

لیکن سیاسی بازی گری سے قطع نظر خود مسلمانوں میں یہ احساس بڑھتا جارہا ہے کہ مغرب مسلمانوں کی سیاست، حکومت، معیشت، معاشرت کو کنٹرول کررہا ہے۔ اور اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے اسلام اور اس کے ہراول دستہ پر مختلف زاویوں سے دباؤ بڑھایا جارہا ہے کہ مسلمان معاشرتی وحکومتی زندگی میں مذہب سے دست بردار ہوجائیں اور مغربی فکرو

فلسفہ کے تابع ہو جائیں جس کے جواب میں دو قسم کے ردعمل سامنے آرہے ہیں پہلے کو حوالگی، سپر اندازی، سجدہ ریزی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، دوسرا ردعمل طاقت کے جواب میں طاقت اور مغرب کی ہر بات کو رد کر دینا سامنے آیا ہے دونوں ردعمل بغیر کسی تیاری کے سامنے آئے ہیں جس سے فائدہ کم نقصان زیادہ ہوا ہے۔

میڈیا کی جنگی یلغار بالفاظ قرآنی والغوا فیہ لعلکم تغلبون یا اردو محاورہ کے مطابق ''چور مچائے شور'' اپنی دہشت گردی و تعصبات کو چھپانے کے لئے قرآن، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یک طرفہ یلغار کر دی گئی مغربی میڈیا نے عوام کے اندر صلیبی جنگ کے نعرہ کے مطابق ہیجان برپا کر دیا جس سے باہمی خدشات، تصادم اور خوف میں اضافہ ہوا لیکن جیسے جیسے وقت گذر رہا ہے پروپیگنڈہ کی ڈھول بیٹھ رہی ہے فریب اور طاقت کا پردہ فاش ہو رہا ہے مکالمہ کی ضرورت کا احساس فروغ پا رہا ہے تاکہ جانبین سے جس نے سمجھنے میں غلطی کی ہے اسے اس پر غور کرنا چاہئے، عیسائیت کے پیروکاروں کی جانب سے مکالمہ کی صدا بہت بلند آہنگ کے ساتھ تقریباً پچیس تیس سال سے بلند ہوتی رہی ہے لیکن احمد دیدات کے ہاتھوں متعدد صدمات سہنے کے بعد یہ صدا سکوت میں تبدیل ہوگئی ہے اور جہاں کہیں دوبارہ ظاہری کوشش کی جاتی ہے اس میں مسلمانوں کی جانب سے ایسے افراد کو نمائندگی کی دعوت دی جاتی ہے جن کا نام عربی یا مسلمانوں جیسا ہو وہ اس اسٹیج پر وہی کرتا ہے جو مداری کا بندر کرتا ہے ان کٹھ پتلیوں کے ذریعہ اپنی رواداری اور اسلام کی نمائندگی کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔

مکالمہ کیسے کرنا چاہئے؟ اور کس کے درمیان ہونا چاہئے؟ اور کس موضوع یا پہلو پر ہونا چاہئے؟ یہ یقیناً قابل غور پہلو ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں حکومت کو مکالمے کے فروغ کے لئے فقط سرپرستی کرنی چاہئے اور یہ مکالمہ تمام مذاہب کے علماء و اسکالرز کے درمیان ہونا چاہئے اس لئے کہ علماء مذہب اور مسائل کا بہتر ادراک و شعور رکھتے ہیں۔

مکالمہ کے بے شمار پہلو ہیں مثلاً ملکی و معاشرتی مسائل کے حل میں لامذہبیت کا خاتمہ

کرنا، مذہب کے اثر ورسوخ میں اضافہ کرنا، مذہبی بنیادوں پر ہونے والے تصادم کا خاتمہ کرنا۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں سب سے اہم مسئلہ دنیا میں امن کا قیام ہے جس کا ہر فرد ہر حکومت اور ہر مذہب کا پیروکار خواہاں ہے لیکن امن بذریعہ طاقت کا فلسفہ ناکام ہو چکا ہے لہٰذا امن بذریعہ مکالمہ بین المذاہب کی کوشش کی جانی چاہیے۔

۴رمئی ۲۰۰۵ء کو صوبائی سیرت النبی کانفرنس کے موقع پر ہم نے اسی اہمیت کے پیش نظر ایک قومی سیرت کانفرنس ۲۰۰۶ء کا اعلان کیا تھا اور اسے شائع بھی کر دیا تھا جس کا عنوان تھا:

قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس ۲۰۰۶ء بعنوان

عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ

باہمی خدشات، امکانات اور تصادم

اُسوہ انبیاء اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

ہمیں خوشی ہے اس فکر کو سرکاری سطح پر بھی پذیرائی مل رہی ہے اور خود حکومت کی جانب سے بھی اس قسم کے پروگراموں کے انعقاد، ان کی اہمیت وضرورت اور ان میں شرکت کے اعلانات سامنے آرہے ہیں۔

روزنامہ جنگ ۱۴راگست ۲۰۰۵ء کے مطابق صدر جنرل پرویز مشرف (ستمبر کے وسط) میں امریکہ میں یہودیوں کی عالمی کونسل کے صدر جیک روزین کی دعوت پر یہودیوں کے عالمی گروپ سے خطاب کریں گے۔

جنگ کراچی ۲۸راگست ۲۰۰۵ء کے مطابق امریکہ میں پاکستانی سفیر جہانگیر کرامت نے کہا صدر کا خطاب، مذاہب کے درمیان مکالمہ کی کڑی ہوگا۔

جنگ کراچی ۲۹راگست ۲۰۰۵ء کے مطابق چودھری شجاعت نے تہذیبی تصادم کا حل پیش کرتے ہوئے فرمایا عیسائیت، اسلام اور یہودیت میں مکالمہ کرایا جائے۔ جنگ کراچی ۲۴راگست ۲۰۰۵ء کی خبر کے مطابق کرسچن اسٹڈیز سینٹر کے تحت بھی اس حوالہ سے ایک سیمینا

منعقد ہوا ہے جس کا عنوان تھا ''قیام امن کے لئے صحافیوں، وکلاء اور مذہبی لیڈروں کا کردار'' گو کہ مباحث کا علم نہیں ہوسکا لیکن یہ واضح ہے کہ مکالمہ کی ضرورت کا احساس تمام مذاہب میں موجود ہے لیکن یہ قومی کانفرنس جس کا ہم نے اعلان کیا ہے تنہا نہیں کرسکتے پورے ملک سے مختلف مذاہب کے اسکالرز کو جمع کرنا سفر و قیام کے اخراجات کے لئے ہمیں حکومت اور فکری ہم آہنگی رکھنے والوں سے تعاون کی درخواست ہے امید ہے اس کانفرنس کے ذریعہ نہ صرف ملک بلکہ بیرون ملک بھی رواداری اسلام کی اعلیٰ و جامع تعلیمات اجاگر ہوں گی۔

قرآن کا اکثر حصہ غیر مسلموں سے مکالمہ پر مشتمل ہے دو سو سے زائد غیر مسلم وفود سے آپ ﷺ نے مکالمہ کیا جس میں یہودی، عیسائی وغیرہ سب شامل ہیں، ضرورت ہے بامقصد و بامعنی مکالمہ کے ذریعہ اس سنت نبویہ کو زندہ کیا جائے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے غازی

آخر میں تمام علماء، ڈاکٹر، پروفیسر اور ریسرچ اسکالر حضرات کا ممنون احسان ہوں جن کے گراں قدر مقالات اور سنجیدہ افکار سابقہ اور موجودہ شمارہ کی زینت ہیں جنہوں نے نہایت عرق ریزی اور محنت شاقہ سے اپنے مقالات تیار کر کے اپنے نقطۂ ہائے نظر کی وضاحت کی ہم ہر مکتبہ فکر، زاویہ نظر کا احترام کرتے ہیں اور اظہار رائے کی آزادی کے قائل ہیں۔

لازمی نہیں کہ ہم ہر اسکالر کے خیالات سے متفق ہوں البتہ خیالات کا اظہار شائستہ و مدلل انداز میں کیا جائے تو ہم ضرور خیر مقدم کریں گے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو

جوانوں کو میری آہ سحر دے پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے مرا نور بصیرت عام کر دے

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی